پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد — صدر شعبہ اردو و اقبالیات — اسلامیہ یونیورسٹی۔ بہاولپور

اقبال ـــــ اور ـــــ قادیانیت

پارسال ایک کتاب "اقبال اور احمدیت" منظر عام پر آئی ہے۔ کتاب کے مؤلف شیخ عبدالماجد نے اس ضخیم تالیف میں فرزند اقبال جسٹس (ر) جاوید اقبال کی کتاب "زندہ رود" کے بعض ابواب، عناوین اور مندرجات کی صحت کو چیلنج کیا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے قلم سے قادیانیت کے متعلق جو معرکہ آرا مقالات، مکاتیب، بیانات اور اشعار رقم ہوئے اور جن کی اشاعت سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو قادیانی نبوت کے مکروہ عزائم اور مذموم مقاصد کو جاننے کا موقعہ ملا...... یہ سب کچھ اقبال کی ملی غیرت، دینی حمیت، ایمانی فراست اور اعتقادی بصیرت کا ہرگز آئینہ دار نہیں۔ بلکہ اقبال نے یہ سب کچھ ذاتی اغراض اور سیاسی مفادات کے پیش نظر لکھا۔ اور دراصل انہیں قادیانیت کے خلاف "مجلس احرار اسلام" نے "استعمال" کیا۔

زیر بحث کتاب کے قادیانی مؤلف نے جو کچھ لکھا یقیناً اسے یہی لکھنا چاہیے تھا لیکن حیرت ہے کہ اس کے جواب میں نہ جاوید اقبال نے زبان کھولی اور نہ کسی اور سرکاری یا غیر سرکاری اقبالی نے! ازیر نظر مضمون اس سلسلہ میں اولین جوابی تحریر ہے۔ اور ادارہ نقیب ختم نبوت اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

یہ عجیب اور حیرت انگیز اتفاق ہے کہ بیسویں صدی کے نصف اول میں برعظیم پاک وہند کے میدان ادبیات و سیاست کے افق پر تین عظیم شخصیات نمایاں ہوئیں اور تینوں کے بڑے بھائی قادیانی تھے۔ لیکن مولانا محمد علی جوہر اس اعتبار سے خوش قسمت ثابت ہوئے کہ ان کا انتقال ۱۹۳۱ء میں ہو گیا۔ پھر ان کا انتقال انگلستان اور تدفین فلسطین میں ہوئی نیز مسلمانان برعظیم پر ان کے اثرات تحریک خلافت کے استثناء کے ساتھ کچھ زیادہ گہرے نہیں پڑے۔ اسی طرح ابوالکلام آزاد ایک زمانے میں مسلمانان پاک وہند کی آنکھوں کا تارا ضرور بنے رہے لیکن آل انڈیا کانگرس سے وابستگی اور مسلم لیگ کی مخالفت و تحریک پاکستان کے خلاف سرگرمیوں کے سبب قبول عام حاصل کرنے کی بجائے ناپسندیدگی کا نشان بن گئے۔ یوں ان دونوں شخصیات کو کسی خاص جماعت یا گروہ سے وابستہ ظاہر کرنے میں کوئی خاص فائدہ نہیں تھا۔ غالباً اسی لئے اسطرح کی

کوششیں بھی نہیں کی گئیں۔ لیکن علامہ اقبال اپنے شعری، فکری اور سیاسی کارناموں کے باعث جتنے مقبول اپنی زندگی میں تھے وفات کے بعد اس سے کہیں زیادہ ہوگئے۔ پھر یہی نہیں بلکہ وہ پاکستان و ہند کی تحدیدات سے نکل کر ممدوح عالم کے مرتبے پر فائز ہوگئے اور جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے ویسے ویسے اقبال کے قدردانوں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ لیکن اقبال کے لئے یہ قبول عام جس قدر باعث اعزاز ہوسکتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ مصیبت خیز ہوگیا ہے۔ اس لئے کہ یار لوگ ان کی فکر کو سمجھے بغیر اور ان کے پیغام کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ان کے استحصال میں لگ گئے۔

ہمارے ملک میں ہر طبقہ، ہر جماعت اور ہر گروہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اقبال کو ذریعہ بنانے میں لگا ہوا ہے۔ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ متصادم نظریات و خیالات کے حامل لوگ بھی اپنے اپنے نقطۂ نظر کے لئے سند کے طور پر اقبال ہی کو تختۂ مشق بناتے ہیں۔ مثلاً ایک زمانے میں سرمایہ داری نظام کے حامی

زمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

کا حوالہ دے کر اقبال کو اشتراکیت کا مخالف قرار دینے کی کوشش کرتے تھے جبکہ اشتراکیت کے حامی "اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگادو" والے مصرع سے اقبال کو کارل مارکس کے بعد دنیا کا سب سے بڑا اشتراکی ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اس طرح سادہ لوح لوگوں کو بہکانے میں مدد مل سکتی تھی۔ چنانچہ قادیانیوں نے بھی اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اقبال کے نام کو استعمال کرنے کی کوششیں کیں اور ایسی کوششیں اب تک جاری ہیں۔

قادیانیوں کی اس نوع کی کوششوں کے لئے جو حقائق یا مفروضے بنیاد بن رہے ہیں ان میں علامہ اقبال کے والد شیخ نور محمد اور بڑے بھائی شیخ عطا محمد۔ بھتیجے شیخ اعجاز احمد اور استاد مولوی میر حسن کی قادیانیت یا قادیانیت کی طرف میلان، قادیان میں آفتاب اقبال کی تعلیم، اقبال کے کچھ مضامین بطور خاص "ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر" میں قادیانی فرقے کی تعریف، والدۂ جاوید کی رخصتی سے پہلے قادیانیوں کے خلیفہ اول حکیم نور دین سے از سر نو نکاح کرنے یا نہ کرنے سے متعلق استفسار اور کشمیر کمیٹی کی صدارت کے لئے مرزا بشیر الدین محمود کی صدارت پر اتفاق نیز خود علامہ اقبال کی مرزا صاحب سے بیعت وغیرہ شامل ہیں اور بظاہر یہ اتنے مضبوط حوالے ہیں کہ اگر یہ حوالے کسی بھی شخص سے متعلق کر دیئے جائیں تو پھر اسے قادیانی ہونے سے نہیں بچایا جاسکتا۔ لیکن ہماری مشکل یہ ہے کہ ہمارا موضوع کوئی عام شخص نہیں بلکہ اقبال ہے جو ایک ہی سانس میں اشتراکیت کی تحسین بھی کرتا ہے اور تنقیص بھی۔ جو جمہوریت کو بہترین سیاسی نظام بھی

سمجھتا ہے اور اس کی خرابیاں بھی گنواتا ہے۔ جو مسولینی اور مصطفےٰ کمال پاشا کی تعریف کرتے بھی نہیں تھکتا لیکن ان کی خبر بھی خوب خوب لیتا ہے۔ اس اقبال پر نہ تو کوئی فتویٰ لگانا آسان ہے اور نہ اسے اپنی پسند کے کسی خاص اور محدود دائرے میں مقید کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک قادیانیت اور اقبال سے متعلق حقائق اور مفروضوں کا تعلق ہے ان کا جائزہ لینے سے قبل یہ جان لینا چاہیے کہ بعض صنعتوں میں صف اوّل کا شہر ہونے کے باوجود آج بھی سیالکوٹ پاکستان کے بڑے شہروں میں شمار نہیں ہوتا اور اقبال کی پیدائش سے بھی تیرہ سال پہلے ۱۸۶۴ء میں جب مرزا صاحب یہاں بہ سلسلہ ملازمت مقیم رہے ہوں۔ تو تصور کیا جاسکتا ہے کہ سیالکوٹ کیا اور کتنا بڑا شہر ہوگا؟ ایسے میں ایک سرکاری ملازم اور وہ بھی کچہری میں اہلمد سے کس کس کے تعلقات اور شناسائی نہ ہوگی۔ یقین کرنا چاہیے کہ انھی تعلقات کے باعث محدث اور مجدد کے دعووں کے وقت بہت سے لوگوں نے ان کا ساتھ دیا ہوگا۔ انھی میں شیخ نور محمد بھی شامل رہے ہوں۔ چنانچہ کسی موقع پر انہوں نے بیعت بھی کرلی ہوگی لیکن طبعِ سلیم کے شیخ نور محمد بہت عرصے تک ساتھ نہ نبھاسکے اور جلد ہی مرزا صاحب کے اثر سے نکل آئے۔ اس سلسلے میں شیخ عطا محمد کے بیٹے شیخ اعجاز احمد، مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم نور دین سے شیخ نور محمد کے تعلقات، عقیدت اور بیعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"۱۹۰۲ء میں جب ہماری منجھلی پھوپھی "طالع بی" کا انتقال ہوا تو سیالکوٹ کے احمدی حضرات ان کے جنازے میں شامل نہ ہوئے۔ اس پر میاں جی نے حضرت میر حامد شاہ۔۔۔۔۔۔ کی زبانی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو پیغام بھیجا کہ "میں عمر رسیدہ ہوں آپ کے ساتھ اس قدر تیز نہیں چل سکتا۔" ۔۔۔۔۔۔ ان کے متعلق صرف یہ کہنا کہ وہ احمدی نہ تھے نامکمل بات ہوگی۔ ہاں یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ ابتداء میں جماعت میں شامل ہوگئے تھے لیکن ۱۹۰۲ء میں جماعت سے الگ ہوگئے۔" (۱)

گویا شیخ نور محمد کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ قادیانی جماعت میں شامل ہوئے بھی تھے تو فوراً اس سے الگ بھی ہوگئے۔ لیکن شیخ عطا محمد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اعجاز احمد کے بقول ان کے والد احمدی تھے جبکہ شیخ عطا محمد کے ایک دوسرے صاحبزادے اور ایک دختر کے نزدیک شیخ عطا محمد بھی مرزائیت سے تائب ہوگئے تھے۔ غالباً اس لئے ان کی جنازے کی نمازیں بھی دو ہوئیں۔ اس کے علاوہ خود شیخ اعجاز احمد لکھتے ہیں۔

"میرا خیال ہے کہ جاوید کے راویوں نے ۱۹۱۴ء کے بعد ابا جان کے احمدیوں کے کسی ایک فریق کے ساتھ شامل نہ ہونے سے یہ نتیجہ نکالا ہوگا۔" (۲)

ہم جانتے ہیں کہ احمدیوں (مرزائیوں) کے دو ہی گروہ ہیں یعنی قادیانی اور لاہوری۔ لیکن شیخ اعجاز احمد

خود تسلیم کرتے ہیں کہ شیخ عطا محمد نہ لاہوری تھے اور نہ قادیانی گروپ میں شامل ہوئے پھر معلوم نہیں کہ وہ کیسے مرزائی تھے۔ اسی طرح شیخ اعجاز احمد اپنی کتاب میں شیخ عطا محمد کے ایک خط کا اقتباس نقل کرتے ہیں۔ جس میں شیخ عطا محمد اپنی مرزائیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''میں خود بھی تو مرزائی ہوں لیکن مجھ میں ان میں صرف جنازے کے فرق کا سوال ہے'' (۳)

یعنی شیخ عطا محمد ایسے قادیانی تھے جن کا تعلق نہ لاہوری گروپ سے تھا اور نہ قادیانی گروپ سے نیز جنازے کے سوال پر بھی ان کا اختلاف تھا۔ اس کے باوجود اگر شیخ عطا محمد کو بقول شیخ اعجاز احمد احمدی مان لیا جائے تو بھی اس سے علامہ اقبال کا قادیانی ہونا لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ خود اقبال جیسے چچا کے خیالات اعجاز احمد پر اپنا اثر نہ ڈال سکے اور نہ انہیں لنکے ماموں متاثر کرسکے جن کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں۔

''میرے ماموں شیخ غلام نبی بڑے نیک اور شریف النفس بزرگ تھے۔ لیکن عقیدۃً کٹر وہابی اور احمدیت کے مخالف'' (۴)

اگر چچا اور ماموں شیخ اعجاز احمد کو متاثر نہ کرسکے تو یہ کیوں فرض کرلیا جائے کہ محض بھائی کی احمدیت کے باعث علامہ اقبال بھی احمدی ہوگئے ہوں گے۔

اپنے خاندان کے بزرگوں کے برعکس شیخ اعجاز احمد البتہ آخر تک مرزائیت پر قائم رہے اور اس کا علم اقبال کو بھی تھا۔ اس حوالے سے شیخ عبدالماجد سوال اٹھاتے ہیں کہ جب اقبال کو اعجاز کی قادیانیت کا علم تھا تو وہ اسے ایک نیک اور صالح نوجوان کیوں لکھتے ہیں۔ (۵) اس کا بڑا سیدھا سا جواب ہے کہ شیخ اعجاز احمد بھی تو اپنے ''کٹر وہابی اور احمدیت کے مخالف'' ماموں کو نیک اور شریف النفس لکھتے ہیں۔ یعنی اکثر اوقات ذاتی نیکی اور شرافت کا عقائد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اعجاز احمد تو ایک طرف ہیں تو حضرت ابوسفیان کے کردار کے اس پہلو کا معترف ہوں کہ آنحضرت ﷺ سے بدترین دشمنی کے باوجود انہوں نے اپنے زمانہ کفر میں بھی دربار قیصر روم میں آنحضرت ﷺ کی تعریف و تحسین کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا اور یہ خود علامہ اقبال کے کریڈٹ میں جاتی ہے کہ وہ اپنے بھائی اور بھتیجے کے عقائد سے واقفیت کے باوجود ان کی کردار کشی کرنے کی بجائے ان کی شخصی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں اقبال کے اس خاندان کی احمدیت اور اس کے باعث اقبال کو احمدی ثابت کرتے ہوئے یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ خود بقول شیخ اعجاز احمد ان کے خاندان میں شیخ نور محمد کی طرف سے احمدی گروہ سے الگ ہو جانے کے بعد گھر میں کبھی احمدیت کا تذکرہ نہیں سنا گیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

''میاں جی کے جماعت احمدیہ سے علیحدگی کے بعد ہوش سنبھالنے پر میں نے گھر میں احمدیت کا چرچا نہیں سنا۔'' (۶)

اسی طرح بقول پروفیسر محمد اسلم ۳ فروری ۱۹۵۴ء کو شیخ اعجاز احمد کے انتقال کے بعد شیخ نور محمد کے اخلاف میں سے کوئی بھی قادیانی نہیں رہا۔ (۷)

رہے علامہ اقبال کے استاد مولوی میر حسن تو بلاشبہ اقبال کو ان سے آخر وقت تک بے حد عقیدت رہی۔ لیکن اول تو مولوی میر حسن کے بارے میں بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کیسے عقائد رکھتے تھے! مثلاً بعض لوگ انہیں قادیانی کہتے ہیں تو بعض کے نزدیک وہ صحیح العقیدہ حنفی مسلمان تھے جیسا کہ معروف اقبال شناس ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی مولوی میر حسن کے مسلک اور آزاد خیالی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"دراصل بات یہ ہے کہ اگرچہ شاہ جی عملاً حنفی مسلک کے پیرو تھے۔ لیکن مذہبی معاملات میں رواداری اور فراخ دلی برتتے تھے۔" (۸)

اس کے باوجود جو لوگ مولوی میر حسن کو قادیانی ثابت کرنا چاہتے ہیں انہیں یہ بات ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ مولوی صاحب کے سرسید احمد خان کے ساتھ بڑے مخلصانہ روابط تھے۔ نیز ان لوگوں کو مولانا عبدالمجید سالک کی تصنیف ضرور دیکھنا چاہیے جس میں مولانا میر حسن سے مرزا صاحب اور حکیم نور دین کے تعلقات کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ ان عبارتوں سے یوں لگتا ہے کہ جیسے مسیح و مہدی مرزا صاحب نہیں بلکہ میر حسن تھے۔ (۹) اور حکیم نور دین خلیفہ اول نہیں بلکہ میر حسن کے بے تکلف دوست تھے۔ جن سے چہلیں بھی جائز تھیں اور جملے بازی بھی۔ (۱۰) لیکن اگر مولوی میر حسن کو قادیانی بھی مان لیا جائے تو بھی یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے اثر سے علامہ اقبال بھی قادیانی ہوگئے ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ تو بعد ازاں ایسے اساتذہ سے بھی پڑھے تھے جو عیسائی تھے اور اقبال کو ان سے عقیدت مندانہ تعلق بھی تھا مثلاً پروفیسر ٹامس آرنلڈ۔ تو کیا یہ سمجھنا چاہیے کہ علامہ اقبال خدانخواستہ ایک استاد کی وجہ سے قادیانی اور دوسرے کی وجہ سے عیسائی ہوگئے ہوں گے۔ حالانکہ ہم سب خود اپنے اپنے زمانہ طالبعلمی میں مختلف عقائد رکھنے والے اساتذہ سے پڑھتے ہیں لیکن ان اساتذہ کی پیروی میں اپنا مسلک نہیں بدلتے

جہاں تک علامہ اقبال کی ذاتی زندگی اور ان کے بیانات کا تعلق ہے تو اس میں بظاہر بعض چیزیں تعجب خیز ہیں۔ کچھ چیزیں اقبال پر قادیانیت کا الزام لگانے والوں کے لئے اور کچھ ہمارے لئے۔ مثلاً ہمارے لئے یہ امر باعث تعجب ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے فرزند آفتاب اقبال کو قادیان بھیج کر وہاں کے تعلیم الاسلام سکول میں داخل کرایا تھا۔ (۱۱) لیکن غور کیا جائے تو یہ اس زمانے کی بات ہے جب علامہ اقبال پر قادیانیت کی حقیقت نہیں کھلی تھی اور یہ اسے بھی مسلمانوں کے بہت سے دوسرے فرقوں کی طرح کا ایک فرقہ تصور کرتے تھے۔ جب حقیقت کھلی تو اقبال بیزار ہوگئے اور بیزاری بغاوت تک جا پہنچی جیسا کہ اقبال خود لکھتے ہیں۔

"کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی۔ اسے اچھی طرح ظاہر ہونے کے لئے برسوں چاہئیے۔(۱۲) تحریک کے دو گروہوں کے باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے۔ معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستے پر پڑجائے گی۔ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا۔ جب ایک نئی نبوت...... بانیٔ اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔(۱۳)

حضرت علامہ کا یہ اقتباس ان لوگوں کے لئے بھی کافی ہونا چاہئیے جو ان کے بعض مضامین مثلاً ۱۹۰۰ء میں انڈین اینٹی کوئیری میں چھپنے والے مضمون اور ۱۹۱۱ء میں علی گڑھ میں پڑھے گئے مضامین کا حوالہ دیتے ہیں۔ جن میں بالترتیب علامہ اقبال نے مرزا صاحب کو "موجودہ دور کے ہندی مسلمانوں میں غالباً سب سے بڑا دینی مفکر" (۱۴) اور قادیانیوں کے طرزِ حیات کو اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ قرار دیا ہے۔(۱۵) ان باتوں کا ذکر ذرا آگے بھی آئے گا۔ لیکن ہمارے لئے باعث تعجب امر یہ بھی ہے کہ علامہ اقبال نے ۱۹۰۲ء میں بعض فقہی مسائل کے لئے حکیم نور دین سے رجوع کیا۔ (۱۶) یا ایک ذاتی معاملے میں فتویٰ کی ضرورت پڑی تو بھی حکیم نور دین سے رجوع کیا گیا۔ (۱۷) اسی طرح علامہ اقبال نے بشیر الدین محمود کی علمیت کی تعریف کی(۱۸) اور پھر انہیں کشمیر کمیٹی کا صدر بنوایا۔(۱۹) دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر لندن کی مسجد احمدیہ میں گئے اور وہاں قرآن سنانے پر انعام دیا۔ (۲۰) یہ اور اسی طرح کی دوسری بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں یقیناً حیرت انگیز ہیں۔

لیکن ذرا سا غور کیا جائے اور شخصیات و تحریکات کے بارے میں اقبال کے طریق کار سے متعلق قدرے آگہی ہو تو یہ سب باتیں تعجب خیز نہیں رہتیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اقبال شخصیات و تحریکات کے بارے میں اپنی آراء بے کم و کاست اور بلا مصلحت و تعصب دینے کے عادی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ عام لوگوں کی روش یعنی اپنی رائے پر آنکھیں بند کر کے ڈٹ جانے اور نظر ثانی نہ کرنے کے بھی عادی نہیں مثلاً ایک زمانے میں انہوں نے مسولینی کے بارے میں لکھا۔

ندرت فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوق انقلاب
ندرت فکرو عمل کیا شے ہے؟ ملت کا شباب
رومتہ الکبریٰ! دگرگوں ہو گیا تیرا ضمیر
اینکہ می بینم بہ بیداری است یارب یا بخواب

فیض یہ کس کی نظر کا ہے؟ کرامت کس کی ہے
وہ کہ ہے جس کی نگہ مثل شعاع آفتاب

(۲۱).

لیکن صرف چار سال بعد علامہ اقبال نے اسی عنوان سے ایک اور نظم لکھی جس میں مسولینی اپنے مظالم کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

کیا زمانے سے نرالا ہے مسولینی کا جرم
بے محل بگڑا ہے معصومان مغرب کا مزاج
میں پھٹکتا ہوں تو چھلنی کو برا لگتا ہے کیوں
ہیں سبھی تہذیب کے اوزار! تو چھلنی میں چھاج
میرے سودائے ملوکیت کو ٹھکراتے ہو تم
تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے زجاج
آلِ سیزر چوب نے کی آبیاری میں رہے
اور تم دنیا کے بنجر بھی نہ چھوڑو بے خراج
پردۂ تہذیب میں غارت گری، آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج

(۲۲)

یعنی جب مسولینی اطالیہ کی بیداری کے لئے جدوجہد کرتا ہے تو اقبال اس کی تعریف کرتے ہیں لیکن جب مسولینی ہوس ملک گیری کا شکار ہو کر دیگر یورپی استعمار کی طرح اپنے کمزور ہمسائیوں کو نشانہ بناتا ہے تو اقبال اپنی پرانی رائے کا لحاظ کئے بغیر اس کی مذمت کرتے ہیں۔ بانگ درا کی نظم خضر راہ اور پیام مشرق میں اقبال نے انقلاب روس اور وہاں کے اشتراکی نظام کو جس طرح سراہا ہے اس کے ساتھ جاوید نامہ اور ارمغان حجاز کی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کو پڑھ کر اوپر دی گئی رائے کی توثیق ہوتی ہے۔ پیام مشرق میں اقبال نے مصطفےٰ کمال پاشا کو "ایداللہ" (۲۳) تک کہہ دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ جب اتاترک نے اسلامی شعائر کا مذاق اڑانا چاہا تو اقبال نے جاوید نامہ میں اسے خوب لتاڑا اور ایک دوسری جگہ یہاں تک کہہ دیا۔

نہ مصطفےٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ روحِ مشرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی

کارل مارکس اور نطشے کے بارے میں اقبال کا یہ مصرع "قلب او مومن دماغش کافر است" اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ اقبال کی آراء یک رخی اور متعصبانہ نہیں ہوتیں۔ یہی حال قادیانیت اور قادیانی گروہ کا بھی ہے۔ اقبال نے اس تحریک اور تحریک کے افراد میں جو خوبیاں دیکھیں ان کا اعتراف نہایت خوش دلی سے کیا۔ لیکن جس طرح مغربی تمدن کے بعض اوصاف کے اعتراف کے باعث اقبال کو عیسائی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح قادیانی گروہ کی بعض خوبیوں کا اعتراف بھی اقبال کو قادیانی ثابت نہیں کر سکتا۔ جبکہ بعض امور میں وقت کا اقتضاء بھی پیش نظر ہو۔ مثلاً کشمیر کمیٹی کے لئے مرزا بشیرالدین محمود کی صدارت وغیرہ۔ اس سلسلے میں خود شیخ اعجاز احمد کو اعتراف ہے وہ کہتے ہیں۔

"علامہ اقبال نے تجویز کیا کہ جماعت احمدیہ کے امام اس کمیٹی کے صدر ہوں۔ ان کے پاس مخلص اور کام کرنے والے کارکن بھی ہیں اور وسائل بھی۔" (۲۴)

یعنی اگر مخلص کارکن اور ضروری وسائل کسی اور کے پاس ہوتے تو بشیرالدین محمود کو کشمیر کمیٹی کا صدر بنانا ضروری نہیں تھا۔

جہاں تک بعض فقہی مسائل کے بارے میں مرزا صاحب سے استفسار اور اپنے ذاتی شرعی مسئلے میں حکیم نورالدین سے فتوی کے حصول کا تعلق ہے تو ان قصوں کے راوی مرزا جلال الدین، عبدالمجید سالک (۲۵) اور شیخ اعجاز احمد (۲۶) یعنی سب کے سب یا تو قادیانی ہیں یا پھر قادیانیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ جو ہر صورت میں علامہ اقبال کو بھی اپنے گروہ میں کھینچ لانے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔ لیکن فقہی اور ذاتی مسائل میں قادیان سے استمداد کی کہانی کو رد کرنے کی وجہ صرف یہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ علامہ اقبال ۱۹۰۲ء میں نہ سہی، والدہ جاوید کی رخصتی کے اہتمام کے وقت فقہ اسلامی سے اس قدر ضرور واقف ہو چکے تھے کہ روزمرہ مسائل کے بارے میں از خود کوئی رائے قائم کر سکیں مثلاً والدہ جاوید سے از سر نو نکاح کا معاملہ تو مجھ ایسا دین کی مبادیات تک سے ناواقف آدمی بھی بخوبی سمجھتا ہے۔ مثلاً میں کہہ سکتا ہوں کہ پیش آمدہ صورت حال میں یا تو طلاق ہو گئی تھی یا نہیں ہوئی تھی۔ اگر نہیں ہوئی تھی تو از سر نو نکاح کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اور اگر طلاق ہو گئی تھی تو شرعاً از سر نو نکاح کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ معلوم نہیں کہ اقبال جیسے مفکر اسلام کو اس واضح معاملے کے لئے استفسار کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ غور کیجئے تو یہی باتیں معاملے کو الجھانے کا باعث بنتی ہیں۔ لیکن ذرا سے غور اور تدبر سے حقیقت حال سامنے آ جاتی ہے۔ اگر مفروضے کے طور پر اس واقعے کو حقیقت مان لیا جائے تو بھی حکیم نورالدین صاحب کی دینی معلومات کا حال کھل جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اقبال کو قادیانی اور احمدی ثابت کرنے کے لئے ۱۸۹۷ء میں بعض تعلیم یافتہ دوستوں کے ساتھ قادیان جا کر اقبال کی بیعت تک کے واقعات گھڑ لئے گئے ہیں۔ مثلاً شیخ عبدالماجد، مولانا شیخ عبدالقادر، بشیر

احمد ڈار، خواجہ کمال الدین اور مولانا محی الدین قصوری کی روایات کے ذریعے سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اقبال نے بانی سلسلہ احمدیہ سے بیعت کی تھی۔ وہ مولانا شیخ عبدالقادر کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

"مارچ ۱۸۹۷ء میں -------- مولوی محمد علی صاحب، چودھری سر شہاب الدین صاحب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اور مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اور خاکسار نے بیعت کرلی۔" (۲۷)

فرض کیا ایسا ہے اور اقبال اس بیعت کے سبب ۱۹۳۱ء تک قادیانی رہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں انہیں بیعت کی دعوت کیوں دی گئی؟ اور اس دعوت کے جواب میں اقبال نے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ پہلے ہی بیعت کر چکے ہیں یا یہ کہ وہ تو بیعت کر چکے تھے۔ لیکن اب ان کے خیالات بدل چکے ہیں وغیرہ۔ یہ سب کچھ کہنے کی بجائے اقبال نے ایک نظم (۲۸) کیوں لکھ بھیجی جس کے رد عمل میں پیغام بیعت بھیجنے والے نے بھی جوابی نظم لکھی۔ لیکن اس کے باوجود اقبال کو بیعت یا ازسر نو بیعت پر آمادہ نہ کیا جاسکا۔ اس سلسلے میں شیخ اعجاز احمد کا بیان حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اقبال کی نظم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے اقبال نے بیعت نہیں کی ہوئی تھی۔ اگر کی ہوتی تو یہ پیغام کیوں بھیجا جاتا۔" (۲۹)

اس سے پہلے میں نہیں بلکہ اقبال نے اس کے بعد بھی کبھی بیعت نہیں کی۔ کی ہوتی تو اقبال کی طرف سے قادیانیت کے خلاف دیئے گئے بیانات کے بعد اس سلسلے میں ڈھنڈورا پیٹ دیا جاتا۔ مثلاً لاہور میں پنڈت نہرو کے استقبال کے سلسلے میں میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے اپنے ایک خطبے میں معترضین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر پنڈت جواہر لال نہرو اعلان کر دیتے کہ احمدیت کو مٹانے کے لئے وہ اپنی تمام طاقت خرچ کر دیں گے جیسا کہ احرار نے کیا ہوا ہے تو اس قسم کا استقبال بے غیرتی ہوتا لیکن اگر اس کے برخلاف یہ مثال موجود ہو کہ قریب کے زمانہ ہی میں پنڈت صاحب نے ڈاکٹر اقبال صاحب کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دیئے جانے کے لئے لکھے تھے اور نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے احمدیت پر اعتراض اور احمدیوں کو علیحدہ کرنے کا سوال بالکل نامعقول ہے اور خود ان کے گزشتہ رویہ کے خلاف ہے------- (۳۰)

غور کیجئے کہ اگر اقبال نے کسی زمانے میں بیعت کی ہوتی تو پھر صرف ان کے گزشتہ رویے کا ذکر نہ کیا جاتا بلکہ ان کی گزشتہ بیعت کا ذکر کیا جاتا۔ جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بھی کہہ دینا چاہیئے کہ اس زمانے تک اقبال اسی لئے تو احمدیت کے شدت سے مخالف ہو گئے تھے۔ کہ احمدیت کے تحفظ کے لئے پنڈت نہرو

جیسے دشمنان ملت اسلامیہ برسرکار آ چکے تھے۔ ویسے قادیانیت کے بارے میں علامہ اقبال کی گزشتہ تحریروں کو بھی بڑے غور سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور وہ یوں کہ علامہ اقبال اپنے اصل مضامین میں وہ کچھ کہتے نظر نہیں آتے جو ان کے مضامین کے تراجم میں نظر آتا ہے۔ اس کے لئے صرف ایک مثال کافی ہو گی اور وہ یہ کہ علامہ اقبال نے ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون The Muslim Community___A Sociological Study

لکھا ہے۔ اس کا سب سے پہلا ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے کیا۔ یہ ترجمہ تو فوری طور پر میرے پاس موجود نہیں البتہ شیخ اعجاز احمد نے اپنی کتاب "مظلوم اقبال" میں موضوع جملے کا ترجمہ درج ذیل الفاظ میں مولانا ظفر علی خان کے حوالے سے یوں لکھا۔

"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔" (۳۱)

افکار اقبال میں ڈاکٹر ریاض احمد نے یہ ترجمہ یوں کر دیا۔

"پنجاب میں بنیادی طور پر مسلم طرز کے کردار کا زوردار ظہور قادیانی نام کے فرقے میں ہے۔" (۳۲)

جبکہ مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد میں اس جملے کے ترجمے کو سرے سے حذف کر دیا گیا ہے۔ کہا نہیں جا سکتا کہ یہ محض اتفاقات ہیں یا ان تحریفات کے پیچھے کوئی خاص سوچ کارفرما ہے کہ اقبال نے تو اپنے اصل مضمون میں قادیانی فرقے کی تعریف کرتے ہوئے کچھ اور الفاظ استعمال کئے تھے۔ انہوں نے لکھا تھا۔

"In the Punjab the essentially Muslim type of character has found a powerful expression in the Socalled Qadiani-Seet (33)"

غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ علامہ اقبال کے اس جملے میں موجود لفظ "Socalled" کا ترجمہ کسی بھی مترجم نے نہیں کیا۔ یہی حال "سب سے بڑے دینی مفکر" والے جملے کا بھی ہے اقبال نے یہاں بھی "Probably" (۳۴) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جسے اکثر مترجمین حذف کر جاتے ہیں۔ اس کے باوجود گزشتہ اور موجودہ رویے کے سلسلے میں حرف اقبال میں شامل اقبال کے یہ جملے قابل غور ہیں۔

"اگر میرے موجودہ رویہ میں تناقض ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے۔ بقول ایمرسن صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے۔" (۳۵)

اقبال کے اعتقادات و عقائد دیکھ کر بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ انہیں قادیانی مذہب سے کس قدر ہمدردی ہو سکتی تھی۔ مثلاً مرزا صاحب جس جوش و خروش کے ساتھ رد جہاد کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے پیش نظر اقبال کو قادیانیت سے ویسی ہی دلچسپی ہو سکتی ہے۔ جتنی نطشے کو مساکین کے مذہب عیسائیت سے

تھی اور یہ حقیقت تو اپنی جگہ ہے کہ موجودہ دور میں اقبال کو کسی نبی، رسول اور پیغمبر تو درکنار کسی عیسیٰ اور مہدی کا بھی انتظار نہیں۔(۳۶) جبکہ عقیدہ ختم نبوت پر ان کا ایمان ان کے اشعار سے بھی ثابت ہے۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارہ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
وہ نبوت ہے مسلماں کیلئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہ ہو قوت و شوکت کا پیام

پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مرزا صاحب کے تو تمام ابتدائی دعووں کو نظر انداز کر کے انہیں ان کے آخری دعوے کے مطابق نبی مان لیا جائے لیکن اقبال کے ابتدائی جملوں میں بھی تحریف کر کے انہیں قادیانی قرار دیا جائے اور ان کے فکری پختگی کے زمانے کے مضامین و مقالات کو احرار کی سازش کہہ کر رد کرنے کی سعی کی جائے بالفرض یہ درست بھی ہو تو احرار کا یہ کارنامہ میرے نزدیک ان کی تمام لغزشوں اور کوتاہیوں کے باوجود ان کے لئے نجات اخروی کا سبب بن جائے گا۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔

حوالہ جات

(۱) مظلوم اقبال از شیخ اعجاز احمد صفحہ نمبر ۱۸۵ مطبوعہ شیخ شوکت علی پرنٹرز اشاعت اول ۱۹۸۵ء
(۲) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۸۹
(۳) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۸۸
(۴) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۸۸
(۵) اقبال اور احمدیت از شیخ عبدالماجد صفحہ نمبر ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶۔ مطبوعہ لاہور آرٹ پریس انار کلی لاہور ۱۹۹۱ء
(۶) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۸۶
(۷) پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایک گفتگو بتاریخ چھ فروری ۱۹۹۴ء
(۸) عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی صفحہ نمبر ۲۸۔ بزم اقبال لاہور طبع اول جون ۱۹۸۷ء
(۹) ذکر اقبال از عبدالمجید سالک صفحہ نمبر ۲۷۸۔ بزم اقبال لاہور۔
(۱۰) ذکر اقبال از عبدالمجید سالک صفحہ نمبر ۲۸۳ بزم اقبال لاہور۔
(۱۱) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۶
(۱۲) جیسا کہ متن میں ہے۔

(۱۳) حرف اقبال۔ مولفہ لطیف احمد شروانی صفحہ نمبر ۱۳۲-۱۳۱ المنار اکادمی لاہور۔ جولائی ۱۹۴۷ء
(۱۴) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۵
(۱۵) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۶
(۱۶) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۵
(۱۷) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۶، ذکر اقبال از عبدالمجید سالک صفحہ نمبر ۷۰
(۱۸) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۶، ذکر اقبال از عبدالمجید سالک صفحہ نمبر ۷۰
(۱۹) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۷
(۲۰) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۸
(۲۱) کلیات اقبال اردو صفحہ نمبر ۴۴۳، ۴۴۲ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳ء
(۲۲) کلیات اقبال اردو صفحہ نمبر ۶۱۲-۶۱۱
(۲۳) کلیات اقبال فارسی صفحہ نمبر ۳۰۸۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳ء
(۲۴) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۷
(۲۵) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۷۰
(۲۶) مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۶
(۲۷) اقبال اور احمدیت از شیخ عبدالماجد صفحہ نمبر ۳۹
(۲۸) یہ نظم بانگ درا میں عقل و دل کے عنوان سے موجود ہے۔
(۲۹) مظلوم اقبال۔ شیخ اعجاز احمد صفحہ نمبر ۱۹۰
(۳۰) میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا خطبہ، مندرجہ الفضل بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر محمد الیاس برنی۔ اشاعت نہم۔ اشرف پریس لاہور۔
(۳۱) مظلوم اقبال۔ صفحہ نمبر ۱۹۶۔ بحوالہ ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر مطبوعہ ۱۹۱۹۔ مرغوب ایجنسی لاہور۔
(۳۲) افکار اقبال ترجمہ ڈاکٹر ریاض احمد۔ صفحہ نمبر ۶۸۔ مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور۔
(33) The Muslim Community. A Sociological Study by Dr. Iqbal edited by Dr.Muzaffar Abbas Maktaba-e-Aliya, Urdu Bazar, Lahore.
(34) Thoughts and Reflections of Iqbal. edited by Syed Abdul Wahid-Sh.Muhammad Ashraf-Lahore-1973.
(۳۵) حرف اقبال صفحہ نمبر ۱۳۲
(۳۶) بانگ درا حصہ اول غزلیات